عٹ۔ حاکم، محکوم وغیرہ کا سیاسی ومعاشرتی تعلق جو فطرتاً ہمکو پیش آتا ہے اسکی نسبت کیا عمدہ سبق دیا جارہا ہے محکوم کو حکم ہوتا ہے۔ یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ایمان والو اللہ رسول اور حاکموں کی تابعداری کیا کرو۔ حاکموں کے متعلق ارشاد ہے واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ۔ حاکمو! جب لوگوں کے درمیان تم فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کرنا۔

ناظرین کرام! بے شمار قرآنی تعلیمات میں سے جو بالکل فطری ہیں نمونتاً چند باتیں آپکے سامنے رکھی گئی ہیں جن سے صاف صاف واضح ہوتا ہے کہ اسلام جس کا اصل الاصول قرآن ہے بالکل فطری مذہب ہے۔ اگر آپ اسلام کے تمامی اصول پر گہری نظر ڈالیں گے اور زیادہ غور وفکر اور انتہائی تدبر سے کام لینگے تو آپ کو اسلام اور صرف اسلام فطرت کا ایک مجسمہ نظر آئیگا ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

احادیث وسیر پر ایک تحقیقی نظر

(از مولوی عبدالوہاب صاحب نظر دی متعلم دار الحدیث رحمانیہ دہلی)

علم وعمل کا صحیح اقتضا ہے کہ ہر امر میں خوب تحقیق وتنقید کے بعد اعتقادی اور عملی صورت اختیار کی جائے۔ آج میں اسی سلسلہ میں ناظرین محدث کے سامنے اپنی ایک ادنیٰ تحقیق بالکل اجمالی طور پر پیش کرنیکا فخر حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

نہ صرف زمانۂ حاضر میں بلکہ ہمیشہ سے علمائے اسلام میں یہ اختلاف چلا آرہا ہے کہ اگر کوئی صحیح حدیث ارباب سیر وتواریخ کی روایت کے خلاف ہو تو وہ قابل قبول ہو سکتی ہے یا نہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ اگر کوئی حدیث روایت سیرت کے خلاف ہے تو وہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ جو روایت کثرت طرق سے موجود ہے اسکے مقابلے میں ایک روایت جو ایک ہی طریق سے مروی ہے اگرچہ اسکے روات اچھے ہوں قابل قبول نہیں ہو سکتی اسی لئے یہ لوگ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی روایتیں بھی اس موقعہ پر جہاں انکی روایتیں سیرت اور مغازی کی روایتوں کے خلاف ہیں۔ تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ تمام ارباب سیر مخالف ہیں۔ میں اپنی مدلل رائے ظاہر کرنے سے پیشتر نمونتہً چند واقعات نقل کرتا ہوں جہاں احادیث وسیر میں اختلاف ہے۔ غزوات نبوی میں ایک غزوہ ذو قرد ہے اسکی نسبت ارباب سیر متفق ہیں کہ صلح حدیبیہ کے قبل واقعہ ہوا۔ لیکن صحیح مسلم میں بلکہ بخاری میں بھی سلمہ بن الاکوع سے روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیبیہ کے بعد اور خیبر سے تین دن قبل واقع ہوا اس حدیث کی شرح میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں لا یختلف اھل السیر ان غزوۃ ذی قرد کانت قبل الحدیبیۃ فیکون ما وقع فی حدیث سلمۃ ابن الاکوع من وھم بعض الرواۃ (یعنی اہل سیر میں سے کسی کو اس امر میں اختلاف نہیں ہے کہ ذی قرد حدیبیہ سے قبل واقع ہوا تھا تو سلمہ کی حدیث میں جو مذکور ہے وہ بعض راوی کا وہم ہے) دمیاطی ایک مشہور محدث تھے۔ انہوں نے سیرت میں ایک کتاب لکھی تھی جو آج بھی موجود ہے۔ اپنی اس کتاب میں انہوں نے اکثر جگہ ارباب سیر وتواریخ کی روایتوں کو حدیث کی صحیح روایتوں پر ترجیح دی تھی بلکہ بخاری اور مسلم کی روایتیں بھی مرجوح کر دیں لیکن

بعد کو انہوں نے جب زیادہ تتبع و تلاش کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ احادیث صحیحہ کو ارباب سیر اور تاریخ کی روایتوں پر بہت کچھ ترجیح حاصل ہے چنانچہ اپنی کتاب میں ترمیم کرنی چاہی لیکن اسکے نسخے کثرت سے شائع ہو گئے تھے اسلئے نہ کر سکے۔ حافظ ابن حجر دمیاطی کا قول نقل کر کے لکھتے ہیں۔ ودل هذا على انه كان يعتقد الرجوع عن كثير مما وافق فيه اهل السير وخالف الاحاديث الصحيحة وان ذلك كان قبل تضلعه منها وانخروج نسخ كتابه وانتشاره لم يتمكن عن تغيره۔ (اس سے دمیاطی کا ارادہ معلوم ہوتا ہے کہ جن موقعوں پر انہوں نے ارباب سیر سے اتفاق کر کے احادیث صحیحہ کی مخالفت کی ہے ان سے رجوع کرنا چاہتے تھے نیز یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ امر ان سے مہارت فن سے قبل صادر ہوا تھا۔ لیکن چونکہ کتاب کے نسخے شائع ہو چکے تھے اسلئے وہ اپنے مضمون کی اصلاح نہ کر سکے۔ ۲۔ رسول اللہ کے غزوات میں غزوہ ذات الرقاع بھی ہے اس کی نسبت ارباب سیر کا اتفاق ہے کہ جنگ خیبر کے قبل واقع ہوا تھا لیکن امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں تصریح کر دی ہے کہ وہ غزوہ خیبر کے بعد واقع ہوا ہے اور اسپر استدلال پیش کرتے ہیں کہ اس غزوہ (ذات الرقاع) میں حضرت ابو موسیٰ اشعری شریک ہوئے اور بیان کیا کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ جنگ کے لئے نکلے اور ہم چھ آدمی ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے جسکی وجہ سے ہم لوگوں کے پیر چلتے چلتے پھٹ گئے۔ ہم لوگوں نے ان پر چیتھڑے لپیٹ لئے تھے۔ اسلئے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع پڑ گیا چونکہ یہ حدیث تمام ارباب سیر کے بیان کے بالکل خلاف ہے اسلئے علامہ دمیاطی نے بخاری کی روایت سے اختلاف کیا ہے اور اسکے غلط ہونیکا دعویٰ کیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ اما شيخنا الدمياطي فادعى غلط الحديث الصحيح وان جميع اهل السير على خلافه حافظ ابن حجر نے اس قول کو نقل کر کے انکار ردبھی کیا ہے۔ اب ان نظیروں کے بعد سمجھا جا سکتا ہے کہ بہتیرے واقعات ہیں جن کے بیان میں احادیث و سیر مختلف ہیں۔ لہذا اب تحقیقی طور پر دیکھا جائے کہ اس اختلاف میں ہم کسے قابل قبول اور لائق ترجیح شمار کریں۔ پس ترجیح کے اصلی اسباب تشدد و احتیاط ضبط و صحت اور تحقیق و تنقید کا کافی لحاظ ہے افسوس ہے کہ سیرت کی روایتوں میں اسکا زیادہ لحاظ نہیں رکھا گیا۔ اور سیرت کی کتابوں کی کم پائیگی کی بڑی وجہ یہی ہے کہ تحقیق و تنقید کی ضرورت احادیث کے ساتھ مخصوص کر دی گئی یعنی جن سے شرعی احکام ثابت ہوں انمیں تنقید زیادہ کی گئی اسکے رواۃ کی جانچ پڑتال کی گئی لیکن کتب سیر میں اسی تشدد کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ اس میں ہر قسم کی رطب و یابس صحیح اور غلط روایتیں جمع کر دی گئیں۔ حافظ زین الدین عراقی جو بہت بڑے پایہ کے محدث اور حافظ ابن حجر صاحب فتح الباری کے استاد تھے۔ اپنی کتاب سیرت منظوم کے دیباچہ میں لکھتے ہیں ولیعلم الطالب ان السیرا۔ تجمع ما صح وما قد انکرا۔ یعنی طالب کو جاننا چاہئے کہ سیرت میں سبھی طرح کی روایتیں جمع کیجاتی ہیں صحیح بھی اور غلط بھی۔ یہی وجہ ہے کہ مناقب و فضائل میں کثرت سے ضعیف روایتیں شائع ہو گئیں۔ اور بڑے بڑے علمائنے اپنی کتابوں میں ان روایتوں کا درج کرنا جائز رکھا۔ علامہ ابن تیمیہ اپنی کتاب التوسل میں لکھتے ہیں۔ قد رواه من صنف في عمل يوم وليلة كابن السني وابي نعيم ومثل هذه الكتب احاديث كثيرة موضوعة لا يجوز الاعتماد عليها في الشريعة باتفاق العلماء۔ یعنی اس حدیث کو ان لوگوں نے روایت کیا جنہوں نے رات و دن کے اعمال میں کتابیں تصنیف کی ہیں مثلاً ابن سنی اور ابو نعیم اور اس قسم کی کتابوں میں کثرت سے جھوٹی حدیثیں موجود ہیں جن پر اعتماد کرنا جائز ہے اور اسپر تمام علماء کا اتفاق ہے حاکم نے مستدرک میں یہ حدیث بیان کی ہے کہ جب حضرت آدم سے خطا سرزد ہوئی تو انہوں نے کہا کہ اے خدا میں تجھکو محمد کا وسـ

دیتا ہوں کہ میری خطا معاف کر دے خدا نے کہا کہ تم نے محمدؐ کو کیونکر جانا حضرت آدمؑ نے کہا کہ میں نے سر اٹھا عرش کے پایوں کو دیکھا تو یہ الفاظ لکھے تھے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس سے قیاس کیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ جس شخص کا نام ملا دیا ہے وہ ضرور محبوب ترین خلق ہوگا۔ خدا نے کہا کہ تم نے سچ کہا اور محمدؐ نہ ہوتے تو تمکو پیدا بھی نہ کرتا۔ حاکم نے اس حدیث کو نقل کرکے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے امام ابن تیمیہ حاکم کا یہ قول نقل کرکے لکھتے ہیں۔ حاکم کا اسی قسم کی حدیث کو صحیح کہنا ائمہ حدیث نے اسپر انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ حاکم بہت سی جھوٹی اور موضوع حدیثوں کو بھی صحیح کہتے ہیں۔ اسی طرح حاکم کی مستدرک میں بہت سی حدیثیں ہیں جنکو حاکم نے صحیح کہا حالانکہ وہ ائمہ حدیث کے نزدیک موضوع ہیں علامہ موصوف ایک اور موقع پر لکھتے ہیں کہ ابو الفتح اصفہانی کی کتاب میں صحیح اور حسن حدیثیں بھی ہیں مگر بہت سی ضعیف اور مہمل اور موضوع بھی اور اسی طرح سے وہ حدیثیں جو خیثمہ بن سلیمان صحابہ کے فضائل میں بیان کرتے ہیں اور وہ حدیثیں جو ابو نعیم اصفہانی ایک مستقل کتاب میں خلفا کے فضائل میں بیان کرتے ہیں اور اسی طرح وہ روایتیں جو ابو بکر و خطیب اور ابو موسے مدینی ابن عساکر اور حافظ عبد الغنی وغیرہ کرتے ہیں ضعیف و موضوع مہمل سے مملو ہیں حالانکہ یہ لوگ ائمہ حدیث ہیں باوجود اسکے جب یہ لوگ خلفا اور صحابہ کے فضائل بیان کرتے ہیں تو ضعیف حدیثیں بے تکلف روایت کرتے ہیں اسکی وجہ یہ تھی کہ یہ خیال عام طور پر پھیل گیا تھا کہ صرف حرام و حلال کی حدیثوں میں احتیاط اور تشدد کی ضرورت ہے اور انکے سوا اور روایتوں میں سلسلہ سند نقل کر دینا کافی ہے تنقید اور تحقیق کی ضرورت نہیں اور سیرت اور مغازی میں جسقدر کتابیں لکھی گئی ہیں انکا ماخذ اسی قسم کی کتابیں ہیں باکثرت سے واقدی سے روایت کرتے ہیں اور ائمہ حدیث اسکو کذاب کہتے ہیں اسلئے سیرت کی کتابوں میں بہت سی کمزور روایتیں درج ہوگئیں اور اسی بنا پر محدثین کو کہنا پڑا کہ سیر میں ہر قسم کی روایتیں ہوتی ہیں۔ محدثین نے جو اصول قرار دیئے تھے سیرت کی روایتوں میں اس اصول کو نظر انداز کر دیا۔ محدثین کا سب سے پہلا اصول یہ ہے ۱ روایت کا سلسلہ اصل واقعہ تک کہیں منقطع نہ ہو۔ ۲ اس کی روات عادل ہوں متہم بالکذب نہ ہوں۔ ۳ قوت حافظہ زبردست ہو اگر ذرا بھی انکے حافظہ میں نقص ہوگا تو وہ حدیث صحیح نہیں ہوگی ۴ معطل نہ ہو۔ ۵ اور یہ روایت شاذ نہ ہو۔ یعنی یہ روایت کسی اور صحیح روایت کے خلاف نہ ہو جسکے روات اسکے روات سے زیادہ اچھے ہوں۔ ۶ وہ روایت درایت کے خلاف نہ ہو۔ اگر درایت کے خلاف ہوگی تو مردود ہے۔ یہ اصول ہیں حدیث کے اگر کسی ایک میں بھی کچھ نقص ہو تو وہ روایت صحیح نہیں ہوگی۔ انہی اصولوں کو سامنے رکھکر روایتوں کو جانچا اگر اسمیں صحیح اتری تو اسکو اپنی کتاب میں نقل کیا ورنہ رد کر دیا۔ اسلئے امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری کو آٹھ لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب کرکے اور اسکی روایتوں کو ان اصولوں پر جانچ کرکے لکھا ایسا ہی امام مسلم نے اور قریب قریب ابوداؤد، ترمذی، نسائی، وغیرہم نے کیا جب یہ معلوم ہو چکا کہ حدیث کی روایتوں کی بڑی تنقید و تحقیق ہوتی تھی اور اسکی صحت کو معلوم کرنے کیلئے ایسے ایسے اصول بنائے گئے تو اگر ان میں اور سیرت کے روایتوں میں تعارض واقع ہو بلکہ تمام ارباب سیر کی روایتیں ایکطرف ہوں اور ان محدثین کی روایتیں دوسری طرف تو محدثین ہی کی روایتوں کو ہر طرح ترجیح دیجائیگی۔ فقط۔

قطعہ

(از مولانا افق کاظمی)

بھول بیٹھے ہم ترقی کا سبق ضعف جب آگیا ایمان میں
تعر پستی سے نکل اے مرد حق "انتم الاعلون" پڑھ قرآن میں